نام کتاب ــــــــــــ منتخب نصاب حصّہ پنجم (سورۂ عنکبوت-رکوع 5 تا 7)

طبع اوّل (جنوری 2006ء) ــــــ 1000

زیرِ اہتمام ــــــــــ انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی

~~پیشکش pdf format از~~ www.hamditabligh.net

کراچی میں لائبریریز اور مکتبہ جات کے پتے

1- قرآن اکیڈمی، خیابان راحت، درخشاں، فیز 6، ڈیفنس فون: 23-5340022

2- 11 - داؤد منزل' نزد فریسکو سوئیٹ' آرام باغ فون :2216586 - 2620496

3- حق اسکوائر' عقب اشفاق میموریل ہسپتال' بلاک 13-C' گلشنِ اقبال فون:4993464-65

4- دوسری منزل، حق چیمبر، بالمقابل بسم اللہ تقی ہسپتال، کراچی ایڈمنسٹریشن سوسائٹی فون: 4382640

5- قرآن مرکز، نزد مسجد طیّبہ، سیکٹر 35/A، زمان ٹاؤن، کورنگی نمبر 4 فون: 5078600

6- فلیٹ نمبر 2، محمدی منزل، بلاک "K"، نارتھ ناظم آباد فون: 6674474

7- قرآن مرکز B-181، بالمقابل زین کلینک، نزد مادام اپارٹمنٹس، چھوٹا گیٹ، شارع فیصل۔ فون:4591442

8- قرآن اکیڈمی یٰسین آباد، فیڈرل بی ایریا بلاک 9 فون:6337361

9- فلیٹ نمبر A-104، اقراء کمپلیکس، بلاک 17، پرفیوم چوک، گلستانِ جوہر۔ فون:8268184

10- قرآن مرکز، R-20، پایونیئر فاؤنٹین، فیز 2، گلزارِ ہجری، KDA اسکیم 33 فون:4645101

11- متصل محمدی آٹوز، اسلام چوک، سیکٹر 11 1/2، اورنگی ٹاؤن۔ فون: 0320-5063398

12- قرآن مرکز لانڈھی، مکان نمبر 861، سیکٹر 37-D، لانڈھی نمبر 2، نزد رضوان سوئیٹس

13- رضوان سوسائٹی بس اسٹاپ، یونیورسٹی روڈ۔ فون: 8143055

منتخب نصاب کے تفصیلی دروس کی سماعت کے لئے حاصل کیجئے

الھدیٰ سیریز کے 44 آڈیو کیسٹس

الھدیٰ کمپیوٹر CD

منتخب نصاب حصّہ پنجم

درسِ دوم : سورۂ عنکبوت رکوع 5 تا 7

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِO

اُتْلُ مَا اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ ؕ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ ؕ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿﴾ وَلَا تُجَادِلُوْا اَھْلَ الْکِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْھُمْ وَقُوْلُوْآ اٰمَنَّا بِالَّذِیْ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَاُنْزِلَ اِلَیْکُمْ وَاِلٰھُنَا وَاِلٰھُکُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿﴾

☆ تمہیدی نکات :

ا- منتخب نصاب کے حصّہ پنجم کا درسِ دوم سورۂ عنکبوت کے رکوع 5 تا 7 میں سے اہلِ ایمان کے لئے صبر کے مراحل سے متعلق اہم ہدایات پر مشتمل ہے۔

۲ - سورۂ عنکبوت کا زمانۂ نزول سن ۵ نبوی ہے۔ اِس زمانے میں سردارانِ قریش کی طرف سے مسلمانوں پر ظلم وتشدد کا بازار بھرپور طریقہ سے گرم تھا۔ اِس ظلم وستم کی وجہ یہ تھی کہ نبی اکرم ﷺ کی دعوت ایک انقلابی دعوت تھی جو نظام باطل کی بنیادوں پر ایک تیشہ کی طرح ضرب لگا رہی تھی۔ انقلابی دعوت کی پہچان ہی یہ ہے کہ ظالمانہ نظام اِس کی مخالفت پر کمر کس لیتا ہے۔ سردارانِ قریش محسوس کر رہے تھے کہ اگر ہم نے یہ محمد ﷺ کی یہ دعوت قبول کر لی کہ قُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْا (کہو! اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تم کامیاب ہو جاؤ گے) اور اِس کے نتیجہ میں ہم نے اللہ کے سوا دیگر تمام معبودوں کا انکار کر دیا تو ہماری معیشت تباہ ہو جائے گی۔ بتوں کی سیوا کے لئے سارا سال جو زائرین مکہ آتے ہیں، اُن کی آمد سے ہمیں کاروباری مواقع حاصل

ہوتے ہیں اور اُن کے بتوں کے نام پر چڑھاوے وقربانیاں ہمیں معاشی فوائد دیتی ہیں۔سارے عرب کے بتوں کے متولی ہونے کی وجہ سے ہمارے تجارتی قافلوں کو پورے عرب میں تحفظ حاصل ہے۔اگر ہم نے اِن بتوں کو کعبہ سے نکال دیا تو ہماری معیشت برباد ہوجائے گی اور سارا عرب ہمارا دشمن ہوجائے گا۔سردارانِ قریش کے یہ الفاظ سورہ ٔ قصص کی آیت **57** میں اِس طرح نقل ہوئے :

وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا

”اور وہ کہتے ہیں کہ (اے محمد ﷺ) اگر ہم تمہارے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو اپنے ملک سے اچک لئے جائیں۔“

یہ ہی وجہ ہے کہ سردارانِ قریش کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کی دعوت کی بھرپور مخالفت ہوئی۔مکی دور کے ابتدائی تین برسوں میں دشمنانِ اِسلام کی مخالفت زبانی کلامی تھی اور اُنہوں نے اپنے تمسخر واستہزاء کا ہدف نبی اکرم ﷺ کی ذات کو بنائے رکھا تاکہ آپ ﷺ کا حوصلہ پست ہوجائے، آپ ﷺ کی کمر ہمت ٹوٹ جائے اور آپ ﷺ اپنے مشن کو ترک کردیں آپ ﷺ صبر و اِستقامت کا پہاڑ تھے۔ آپ ﷺ ثابت قدمی سے اپنے مشن پر ڈٹے رہے اور انفرادی رابطوں کے ذریعہ لوگوں تک پیغامِ حق پہنچاتے رہے۔اِس کے نتیجہ میں نوجوانوں اور غلاموں کی ایک بڑی تعداد ایمان لے آئی۔نبوت کے چوتھے برس آپ ﷺ نے علی الاعلان دین کی دعوت دینا شروع کی تو کفار نے محسوس کیا کہ یہ دعوت تو ایک بہت بڑے چیلنج کی شکل اختیار کرگئی ہے، ”نظامِ کہنہ کے پاسبانو، یہ معرضِ انقلاب میں ہے“۔تب اُن کے کان کھڑے ہوئے اور سوچنے لگے کہ جسے ہم مشتِ غبار سمجھے تھے وہ تو ایک ایسی تیز آندھی بن رہی ہے جو ہمارے اِس نظام اور مفادات (**vested interests**) کو خس و خاشاک کی طرح اڑا کر منتشر کردے گی۔یہیں سے وہ دور شروع ہوا جسے

سیرت کی کتابوں میں ”تعذیب المسلمین“ یعنی مسلمانوں کی ایذارسانی اور بہیمانہ تشدد (**persecution**) کا دور کہا جاتا ہے۔کفار کی طرف سے جب مسلمانوں پر شدید جسمانی تشدد کیا جانے لگا تو بعض مسلمانوں کو کچھ گھبراہٹ لاحق ہوئی۔اِس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سورۂ عنکبوت کی صورت میں ایک بھرپور خطاب نازل ہوا۔

۳- سورۂ عنکبوت پوری کی پوری صبر کے مراحل کے دوران درپیش صورتِ حال کے بارے میں رہنمائی فراہم کرتی ہے۔یہ تو ممکن نہیں کہ سات رکوعوں پر مشتمل پوری سورۂ مبارکہ کا تفصیلی مطالعہ کیا جاسکے۔درسِ اوّل میں ہم پہلے رکوع کا تفصیلی مطالعہ کرچکے ہیں۔اِس درس میں ہم اُن خصوصی ہدایات کو سمجھیں گے جو صبر سے متعلق رکوع **5** تا **7** میں بیان ہوئی ہیں۔البتہ درمیانی حصہ یعنی رکوع **2** تا **4** میں **وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ** (اور ہم ان سے پہلے لوگوں کو بھی آزما چکے ہیں) کی تفسیر میں چند رسولوں کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔اِن رکوعوں میں اہلِ ایمان کو آگاہ کیا گیا کہ تم سے پہلے کئی رسولوں اور اُن پر ایمان لانے والوں کو بھی سخت آزمائشوں کے مراحل سے گزرنا پڑا اور اُنہوں نے صبر وثبات کی مثالیں قائم کرکے ہمیشہ ہمیش کی راحت کا سامان کرلیا۔اہلِ ایمان کو بھی آزمائش کے مراحل میں رسولوں کے اسوہ پر عمل کرتے ہوئے صبر وثبات کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔سورۂ مبارکہ کے اِس حصہ میں حسبِ ذیل رسولوں کی اِستقامت کی مثالیں بیان کی گئی ہیں :

i- سب سے پہلے حضرت نوح ؑ کا ذکر آیت **14** میں اِس طرح آیا :

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا

”اور ہم نے نوح ؑ کو اُن کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ اُن میں پچاس برس کم ہزار برس رہے۔“

حضرت نوح ؑ کا ذکر تو کئی سورتوں میں آیا ہے لیکن یہاں یہ بات خاص طور

پر نمایاں کی گئی کہ اُنہوں نے ساڑھے نو سو برس تک اپنی قوم کی طرف سے مسلسل اعراض، انکار، استہزاء اور ایذا رسانیوں کو برداشت کر کے ثابت قدمی کی امتیازی مثال قائم کی۔ اولین مخاطبین کو متوجہ کیا جا رہا ہے کہ تمہیں مشکلات جھیلتے صرف پانچ برس ہوئے ہیں اور تم ابھی سے گھبرا گئے ہو :

یہ موجِ پریشاں خاطر کو پیغام لبِ ساحل نے دیا
ہے دور وصالِ بحر ابھی تو موجوں میں گھبرا بھی گئی

ii- پھر حضرت ابراہیمؑ کی داستان بیان ہوئی جو تمام انسانوں کے لئے صبر و ثبات کا ایک بے نظیر اُسوہ ہیں۔ اُنہوں نے دلسوزی سے قوم کے سامنے دعوتِ توحید رکھی لیکن قوم نے جواب دیا **اُقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ** اُنہیں قتل کر دو یا جلا دو۔ پھر اُنہیں آگ کے الاؤ میں جھونک دیا گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر محفوظ رکھا۔ پھر اُنہوں نے وطن کو خیر باد کہا اور پوری زندگی ایک مسافرت کے عالم میں بسر کی۔ کبھی شام کے بالائی علاقے میں ہیں اور کبھی فلسطین میں، کبھی مصر میں ہیں تو کبھی حجاز میں۔ غریب الوطنی کی مشقتیں جھیلیں لیکن فلسطین و حجاز میں رہتی دنیا تک کے لئے مراکزِ توحید قائم فرما گئے۔

حضرت ابراہیمؑ کے واقعہ میں آیت 25 ایک اہم حقیقت کو نمایاں کرتی ہے :

وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۡ وَّمَاْوٰكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿﴾

''اور ابراہیمؑ نے کہا کہ تم نے جو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو معبود بنا لیا ہے تو یہ اُس محبت کی وجہ سے ہے جو تمہارے درمیان دنیا کی زندگی میں ہے، پھر قیامت کے دن تم ایک دوسرے کا انکار کرو گے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے اور تمہارا ٹھکانہ

دوزخ ہوگا اور کوئی تمہارا مددگار نہ ہوگا۔''

گویا حق کو پہچان لینے کے باوجود قبول نہ کرنے کی ایک بڑی وجہ ہے دنیوی زندگی میں ''مَوَدَّةَ بَيْنِكُمْ'' یعنی دوستی، رشتہ داری اور کاروباری تعلقات کی بنا پر باہمی محبت۔ یہ محبت پاؤں کی بیڑی بن جاتی ہے۔ انسان حق کو حق نہیں کہہ سکتا اور حق کا ساتھ نہیں دے سکتا محض اِس وجہ سے کہ رشتہ دار ناراض ہو جائیں گے اور رشتے کٹ جائیں گے۔ البتہ روزِ قیامت یہی لوگ ایک دوسرے سے جھگڑیں گے اور آپس میں لعن طعن کریں گے کہ تم نے ہمیں مروا دیا۔

iii- اِس کے بعد ذکر ہے حضرت لوطؑ کا :

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۡ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ وَتَاْتُوْنَ فِىْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿﴾

''اور لوطؑ (کو یاد کرو) جب اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ایسی بے حیائی کے مرتکب ہوتے ہو جو تم سے پہلے جہان والوں میں سے کسی نے نہیں کی۔ کیا تم جنسی خواہش کی تسکین کے لئے ہم جنسوں کی طرف جاتے ہو اور جنسی جذبات کی تسکین کی فطری راہ کو کاٹتے ہو اور اپنی مجلسوں میں ناپسندیدہ کام کرتے ہو؟ تو اُن کی قوم کے لوگ جواب میں بولے کہ اگر تم سچے ہو تو ہم پر اللہ کا عذاب لے آؤ۔'' (العنکبوت : 28 - 29)

حضرت لوطؑ کی دعوت پر سوائے اُن کی بیٹیوں کے کوئی ایک شخص بھی ایمان نہ لایا۔ قوم ہم جنس پرستی کے مکروہ فعل کو بھری مجالس میں انجام دے رہی تھی اور حضرت لوطؑ کے منع کرنے پر اُن کے خلاف اقدام پر تُل گئی۔ حضرت لوطؑ کو

فریاد کرنی پڑی رَبِّ انْصُرْنِیْ عَلَی الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ اے میرے رب اِس بگڑی ہوئی قوم کے مقابلہ میں میری مدد فرما۔ اللہ نے لوطؑ اور اُن کی بیٹیوں کو بچالیا اور پوری قوم عذاب کے نتیجہ میں ہلاک ہوئی۔

iv- مذکورہ بالا تین رسولوں کا قدرے تفصیلی ذکر کرنے کے بعد حضرت شعیبؑ اور حضرت موسیٰؑ کی اپنی قوموں کے ساتھ کشمکش کا اجمالی ذکر ہے۔

اِن تمام داستانوں میں کہانی اور کردار ایک جیسے ہیں صرف نام بدل گئے ہیں۔ ایک طرف اہلِ باطل کی ہٹ دھرمی اور ظلم و جبر ہے اور دوسری طرف انبیاء اور اہلِ حق کا صبر و استقامت۔ یہ داستانیں اہلِ ایمان کو خبردار کر رہی ہیں کہ راہِ حق پر چلنا آسان نہیں۔ مصائب، تکالیف اور مشکلات اِس راہ کے سنگ ہائے میل ہیں۔ جس نے بھی اِس راہ میں قدم رکھنا ہو وہ تکالیف کو برداشت کرنے کے لئے ذہنی طور پر تیار رہے۔

آیت **41** میں شرک کے عقیدے کی کمزور کا اظہار ایک بلیغ تمثیل کے ذریعہ کیا گیا :

مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَیْتًا ۚ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴿﴾

''جن لوگوں نے اللہ کے سوا (اوروں کو) کارساز بنا رکھا ہے اُن کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ وہ بھی ایک (طرح کا) گھر بناتی ہے اور کچھ شک نہیں کہ تمام گھروں سے کمزور مکڑی کا گھر ہے کاش یہ (اس بات کو) جانتے۔''

مشرکین اپنے باطل عقائد کی ایک عمارت تعمیر کرتے ہیں لیکن یہ عمارت ایسی کمزور ہے کہ نہ دنیا میں اُنہیں فائدہ دے سکے گی اور نہ ہی آخرت میں تحفظ فراہم کرے گی۔

اہلِ ایمان کے لئے خصوصی ہدایات
رکوع 5 تا 7 کی روشنی میں

سورۂ عنکبوت کے اِن آخری تین رکوعوں کی چند آیات میں مسلمانوں کی رہنمائی کی جا رہی ہے کہ جب مخالفین ظلم اور تشدد پر اتر آئیں تو اِس قسم کے حالات میں اہلِ ایمان کو کیا کرنا چاہیئے۔

اب ہم اِن آیات کا مطالعہ کرتے ہیں۔

☆ آیت : **45** :

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ -- (اے نبیؐ) تلاوت کیجئے اُس کی جو وحی کیا گیا ہے آپؐ کی طرف کتاب میں سے -- وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ -- اور نماز قائم کیجئے -- اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ -- یقیناً نماز برائی سے اور بے حیائی سے روکتی ہے -- وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ -- اور اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے -- وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿﴾ اور اللہ جانتا ہے جو کچھ کہ تم کر رہے ہو۔

- اِس آیت میں وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ کے الفاظ کے ذریعہ اہلِ ایمان کو اوّلین اور اہم ترین ہدایت یہ دی گئی کہ اِس کٹھن راستے میں ہمدم، غم خوار، پشت پناہ، ہمت بندھانے اور ثابت قدم رکھنے والی سب سے بڑی اور مؤثر نعمت اللہ کا ذکر ہے۔ ذکر کے معنی ہیں اِسْتِحْضَارُ اللّٰهِ فِی الْقَلْبِ یعنی دل میں اللہ کی یاد بسائے رکھنا۔
- اللہ کے ذکر کا اعلیٰ ترین ذریعہ ہے قرآنِ حکیم جو کہ ''الذکر'' بھی ہے اور ''ذکریٰ'' بھی! :

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿﴾ (الحجر: **9**)

''بے شک یہ ''ذِکر'' ہم نے ہی اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''

وَجَآءَكَ فِیْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿﴾

اور اِس (قرآن) میں (اے نبیؐ) آپؐ کے پاس آگیا ہے حق اور (یہ) مومنوں کے لئے نصیحت اور یاد دہانی ہے۔ (ھود : **120**)

مشکل حالات میں بہت بڑا سہارا تلاوتِ قرآن ہے۔ اِس کتاب میں سبق آموز داستانیں اور مثالیں بھی ہیں، صبر و استقامت پر اعلیٰ اجر و ثواب کی نوید بھی ہے اور بے صبری کے بھیانک انجام سے خبردار بھی کیا گیا ہے۔ البتہ تلاوت کے معنی ہیں سمجھ کر، ہدایت اور عمل کی نیت سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا۔ اِس طرح پڑھنے سے محسوس ہوگا

کہ قرآن ہمارے دکھوں کا علاج، غموں کا مداوا اور زخموں پر مرہم ہے۔

- اللہ کے ذکر کا جامع ترین ذریعہ ہے نماز۔ اِس میں ذکرِ قولی بھی ہے اور ذکرِ عملی بھی۔ اِس میں زبان سے اللہ کو یاد کرنا بھی شامل ہے اور اُس کے سامنے اظہارِ بندگی کے طور پر جھک جانا بھی۔ نماز میں تکبیر، تسبیح، تحمید، تلاوتِ قرآن اور دعائیں سب ہی شامل ہیں۔ نماز کے بارے میں خاص طور پر فرمایا کہ یہ انسان کو برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے یعنی یہ انسان کے تزکیہ کا ذریعہ ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ نماز کی ہر رکعت میں ہم اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے الفاظ کے ذریعہ، اللہ سے اپنے عہدِ بندگی کو تازہ کرتے ہیں :

سرکشی نے کر دیے دھندلے نقوشِ بندگی
آؤ سجدے میں گریں لوحِ جبیں تازہ کریں

جو لوگ نماز کو سمجھ کر اور پورے شعور کے ساتھ ادا کرتے ہیں، وہ اپنے عہدِ بندگی کا پاس کرتے ہیں اور برائیوں اور بے حیائی کے کاموں سے باز آجاتے ہیں۔ نماز کے دوران اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر بار بار گناہوں پر ندامت ہوتی ہے اور بالآخر انسان توبہ کر لیتا ہے۔ اقبال نے کیا خوب کہا :

جو میں سر بسجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا
ترا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

نبی اکرم ﷺ کو ایک شخص کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ رات کو نماز پڑھتا ہے اور صبح چوری کرتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب اُس کی نماز اُسے اِس کام سے روک دے گی (مسندِ احمد)۔ البتہ اگر کسی کی نماز اُسے برائی اور بے حیائی سے نہیں روک رہی تو اُس کے لئے حدیثِ نبوی ﷺ میں وعید ہے کہ :

مَنْ لَّمْ تَنْهَهُ صَلَاتُهُ عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ فَلَا صَلَاةَ لَهُ وَفِيْ لَفْظٍ لَمْ

يَزْدَدْ بِهَا مِنَ اللّٰهِ اِلَّا بُعْدًا (بیہقی)

”اُس شخص کی نماز ہی نہیں جسے اُس کی نماز بے حیائی اور برائی سے نہیں روکتی اور دوسرے الفاظ میں اِس طرح کی نماز سے اللہ سے دوری میں اور اضافہ ہوتا ہے۔“

جس کی نماز اُسے برائی اور بے حیائی سے نہیں روکتی اُس کی نماز، نماز نہیں محض ایک رسم ہے :

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے
مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے
صفیں کج دل پریشاں سجدہ بے ذوق
کہ جذبِ اندروں باقی نہیں ہے

☆ آیت : 46 :

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ -- اور اہلِ کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر ایسے طریقہ سے کہ جو بہت اچھا ہو -- **اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ** -- سوائے اُن کے جو بے انصافی کریں -- **وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ** -- اور کہہ دو کہ ہم ایمان لائے اُس (کتاب) پر جو ہم پر اتری اور اُس (کتاب) پر جو تم پر اُتری -- **وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ** -- اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے -- **وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝** اور ہم اُسی کے فرماں بردار ہیں۔

- اِس آیت میں اہلِ ایمان کو اہلِ کتاب خصوصاً عیسائیوں کے ساتھ عمدگی کے ساتھ مجادلہ یعنی بحث و مباحثہ کا حکم دیا گیا۔ اِس کا پس منظر یہ ہے کہ اگلی آیات میں مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت دی جا رہی ہے۔ مسلمانوں نے ہجرت کر کے حبشہ کی طرف جانا تھا، جہاں عیسائی آباد تھے۔ اِسی لئے یہاں عیسائیوں کے ساتھ مجادلۂ احسن کا حکم دیا گیا۔ مجادلۂ احسن یہ ہے کہ گفتگو میں جارحانہ انداز اختیار نہ کیا جائے، اعتراضات کا جواب شائستگی اور وقار سے دیا جائے، کوئی گھٹیا بات مخالفت میں نہ کی

جائے، مخاطب پر بے جا جوابی اعتراضات نہ کیے جائیں اور مخاطب کے معبودوں اور بزرگوں کی توہین نہ کی جائے۔

- اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ کے دو مفہوم ہیں۔ ایک یہ کہ اُن میں سے جو لوگ ظلم یعنی ہٹ دھرمی پر اتر آئیں اُن سے مجادلہ کیا ہی نہ جائے جیسے سورۂ قصص آیت **55** میں اللہ کے محبوب بندوں کی، ہٹ دھرمی کرنے والوں سے گفتگو بیان کی گئی :

وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِيْنَ ﴿﴾

''اور جب وہ بیہودہ بات سنتے ہیں تو اُس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے لئے ہمارے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے اعمال، تم کو سلام، ہم جاہلوں سے نہیں الجھتے۔''

دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اُن سے اِسی انداز سے گفتگو کی جا سکتی ہے جیسا انداز وہ اختیار کر رہے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ط وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿﴾ (النحل: 126)

''اور اگر تم اُن سے بدلہ لو تو اتنا ہی لو جتنا اُنہوں نے تمہیں ستایا ہے اور اگر تم صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے لئے بہت اچھا ہے۔''

- آیت کے دوسرے حصہ میں تبلیغ کی ایک حکمت کا بیان ہے۔ گفتگو کی اساس ہمیشہ ایسی بات کو بنایا جائے جو اپنے اور مخاطب کے درمیان قدرِ مشترک ہو۔ مخاطب کی کوئی خوبی ہو تو اُسے تسلیم کیا جائے۔ کسی کی دشمنی انسان کو اندھا نہ کر دے۔

☆ آیت : 56 :

یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا -- اے میرے وہ بندو جو ایمان لائے ہو! -- **اِنَّ اَرْضِیْ**

وَاسِعَةٌ -- میری زمین بہت کشادہ ہے -- **فَاِيَّایَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿﴾** پس تم صرف میری ہی بندگی کرو۔

- اِس آیۂ مبارکہ میں مسلمانوں کو ہدایت دے دی گئی کہ اگر کسی ایک مقام پر تمہارے لئے توحید پر کاربند رہنا ناممکن بنا دیا گیا ہو تو تم اُس زمین کے ساتھ بندھے نہ رہو اور وہ خطۂ ارضی تمہارے قدموں کو روک نہ لے بلکہ تم ہجرت کر جاؤ۔ تمہیں بہر صورت بندگی اللہ ہی کی کرنی ہے۔ اہمیت اللہ کی بندگی کی ہے نہ کہ کسی سرزمین کی۔ اللہ کی زمین بڑی وسیع ہے۔ سورۂ نساء آیت **100** میں فرمایا گیا :

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً

''اور جو شخص اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں بہت سی جگہ اور وسعت پائے گا۔''

جرأت ہو نمو کی تو فضا تنگ نہیں ہے
اے مردِ خدا ملکِ خدا تنگ نہیں ہے

- اِسی ہدایت اور رہنمائی کے تحت نبی اکرم ﷺ نے اہلِ ایمان کو اجازت دی کہ اگر مکہ کی سرزمین اُن پر تنگ ہو گئی ہے تو وہ مکہ سے حبشہ چلے جائیں۔ چنانچہ مسلمانوں کے دو قافلے حبشہ کی طرف روانہ ہوئے۔ پہلے قافلہ میں **12** مرد اور **4** خواتین تھیں۔ اِس قافلہ کے امیر حضرت عثمان غنی ؓ تھے اور اُن کے ساتھ اُن کی زوجہ یعنی نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ ؓ بھی تھیں۔ دوسرا قافلہ **83** مردوں اور **18** خواتین پر مشتمل تھا۔

- ہجرت ایک بہت ایثار و قربانی والا عمل ہے۔ اپنا گھر بار، کھیتیاں اور باغات، جمے جمائے کاروبار اور رشتہ داروں کو چھوڑ کر صرف اور صرف دین پر عمل کی خاطر دیارِ غیر منتقل ہونا آسان نہیں ہے۔ اِسی لئے حضرت عمرو بن العاص ؓ سے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا :

اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الْاِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ؟ وَاَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا؟ وَاَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ؟

"کیا تم جانتے نہیں ہو کہ بے شک اِسلام قبول کرنا پچھلے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے؟ اور بے شک ہجرت کا عمل پچھلے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے؟ اور بے شک حج کی عبادت پچھلے تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہے؟" (مسلم)

اقبال نے ہجرت کی اہمیت کیا خوب بیان کی ہے :

ہو قیدِ مقامی تو نتیجہ ہے تباہی — رہ بحر میں آزادِ وطن صورتِ ماہی
ہے ترکِ وطن سنتِ محبوبِ الٰہی — دے تو بھی نبوت کی صداقت کی گواہی
گفتارِ سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے
ارشادِ نبوتؐ میں وطن اور ہی کچھ ہے

☆ آیت : **57** :

کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ -- ہر جان موت کا ذائقہ چکھنے والی ہے -- ثُمَّ اِلَیۡنَا تُرۡجَعُوۡنَ ﴿﴾ پھر تم سب ہماری طرف لوٹائے جاؤ گے۔

اِس آیتِ مبارکہ میں فرمایا گیا کہ دنیا کی زندگی عارضی ہے، یہاں کا آرام وآسائش بھی ختم ہونے والا ہے اور تکالیف اور مشقتیں بھی وقتی ہیں۔ پھر سب کو اللہ کی طرف لوٹنا ہے۔ لہٰذا اگر انسان تکالیف سے گھبرا کر ہجرت نہ کرے گا تو کب تک اِس دنیا کی لذتوں سے فائدہ اٹھائے گا، موت تو آنی ہے اور خواہی نہ خواہی تمام مال واسباب تو چھوڑنا ہی ہے۔ بہتر ہے کہ انسان اِس دنیا کی عارضی مشقتیں برداشت کر کے ہمیشہ ہمیش کی راحت کا سامان کر لے۔

ایک عام انسان موت کے تصور سے کانپ جاتا ہے جبکہ بندہ ٔ مومن، موت کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ :

i- موت اپنے معین وقت پر آ کر رہے گی۔ سورہ ٔ منافقون آیت **11** میں ارشاد ہوا :

وَلَن يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفۡسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا وَاللّٰهُ خَبِيۡرٌ ۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿﴾

" اور اللہ ہرگز مہلت نہیں دیتا اُس کو جس کی موت آ جاتی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو

اللہ اُس سے باخبر ہے۔"

ii- موت اپنے معین مقام پر آ کر رہے گی۔ سورہ ٔ نساء آیت **78** میں فرمایا گیا :

اَيۡنَمَا تَكُوۡنُوۡا يُدۡرِكۡكُّمُ الۡمَوۡتُ وَلَوۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ بُرُوۡجٍ مُّشَيَّدَةٍ

"تم جہاں کہیں ہو موت تمہیں آ پکڑے گی خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہو۔"

iii- دنیا کی زندگی ایک امانت (**Liability**) ہے جس کے ایک ایک لمحہ کی جواب دہی کرنی ہے، لہٰذا طولِ عمر یعنی لمبی عمر کی خواہش نہیں کرنی چاہیئے۔

iv- موت اللہ سے ملاقات کو قریب کر دیتی ہے اور اِس حوالے سے ارشادِ نبوی ﷺ ہے :

مَنۡ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَائَهُ وَمَنۡ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَائَهُ

جو اللہ سے ملنا پسند کرتا ہے اللہ بھی اُس سے ملنا پسند کرتا ہے اور جو اللہ سے ملنا پسند نہیں کرتا ہے اللہ بھی اُس سے ملنا پسند نہیں کرتا ہے۔" (متفق علیہ)

v - بندہ ٔ مومن جانتا ہے کہ دنیوی زندگی محض امتحان کے لئے ہے لہٰذا موت اُسے پیغامِ راحت دیتی ہے کہ اب آزمائش وامتحان کا دور ختم ہوا، یہی وجہ ہے کہ :

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چوں مرگ آید، تبسم بر لبِ اُوست

"میں تمہیں مومن بندے کی علامت بتاتا ہوں۔ جب موت آتی ہے تو اُس کے لبوں پر مسکراہٹ ہوتی ہے۔"

☆ آیت : **58 - 59** :

وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ -- اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کئے -- لَنُبَوِّئَنَّهُمۡ مِّنَ الۡجَنَّةِ غُرَفًا -- ہم لازماً اُن کو ٹھکانہ دیں گے جنت کے بالاخانوں میں -- تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ -- بہتی ہیں جن کے دامن میں ندیاں -- خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا -- ہمیشہ رہنے والے ہیں اُن میں --

نِعۡمَ اَجۡرُ الۡعٰمِلِيۡنَ ۝ کیا ہی عمدہ ہے بدلہ عمل کرنے والوں کا۔ الَّذِيۡنَ صَبَرُوۡا -- وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا -- وَعَلٰى رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُوۡنَ ۝ اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

- اِس آیت میں اہلِ ایمان سے انتہائی پختہ وعدہ کیا گیا کہ جو لوگ اللہ کی بندگی کی خاطر اپنے دنیوی مال و اسباب اور ٹھکانے کو چھوڑ کر ہجرت کرتے ہیں، اللہ اِنہیں جنت کے بالا خانوں میں ٹھکانہ عطا فرمائے گا۔ دنیا کی رہائش گاہ خواہ کتنی آرام دہ ہو بہرحال عارضی اور جنت کے مقابلہ میں کم تر ہے۔ اِسی لئے قرآن حکیم ہمیں دعوت دیتا ہے :

سَابِقُوۡۤا اِلٰى مَغۡفِرَةٍ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَجَنَّةٍ عَرۡضُهَا كَعَرۡضِ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ
اُعِدَّتۡ لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ

''ایک دوسرے سے آگے نکلو اپنے رب کی بخشش کے حصول کے لئے اور اُس جنت کے حصول کے لئے جس کا پھیلاؤ ہے آسمان اور زمین کے پھیلاؤ جیسا وہ (جنت) جو تیار کی گئی ہے اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لائے اللہ اور اُس کے رسولوں ؑ پر۔''

- نِعۡمَ اَجۡرُ الۡعٰمِلِيۡنَ (کیا ہی عمدہ ہے بدلہ عمل کرنے والوں کا) کے الفاظ ظاہر کر رہے ہیں کہ جنت کی نعمتیں محض مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے سے نہیں ملیں گی بلکہ اِس کے لئے محنت کرنی پڑے گی :

جنت تری پنہاں ہے ترے خونِ جگر میں
اے پیکرِ گل کوششِ پیہم کی جزا دیکھ

- آیت 59 میں وضاحت کر دی گئی کہ عمل کرنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے صبر کیا یعنی جو ثابت قدم رہے، نہ کسی تشدد اور مخالفت سے بددل ہوئے نہ کسی لالچ اور سودے بازی سے متاثر ہوئے اور اپنا سب کچھ لٹا کر غریب الوطنی اختیار

کی۔ اُنہوں نے ثابت کیا کہ اُن کا بھروسہ اسباب پر نہیں، مسبب الاسباب پر ہے۔

☆ آیت : 60 :

وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ دَآبَّةٍ -- اور بہت سے جاندار ہیں -- لَا تَحۡمِلُ رِزۡقَهَا -- جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے -- اَللّٰهُ يَرۡزُقُهَا وَاِيَّاكُمۡ -- اللہ ہی اُن کو رزق دیتا ہے اور تمہیں بھی -- وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ۝ اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

ہجرت کے عمل میں ایک بڑی رکاوٹ یہ خدشہ ہوتا ہے کہ انسان کھائے گا کہاں سے۔ اِس آیت میں فرمایا گیا کہ ہر مخلوق کا رازق اللہ ہے۔ جو لوگ اللہ پر توکل کرتے ہیں وہ اُنہیں وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اُنہیں گمان بھی نہیں ہوتا :

وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا ۝ وَّيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ وَمَنۡ يَّتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسۡبُهٗ

''اور جو کوئی اللہ کی نافرمانی سے بچتا ہے، اللہ اُس کے لئے (مشکلات سے نکلنے کا) راستہ پیدا کر دیتا ہے اور اُسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اُسے گمان بھی نہیں ہوتا، اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ اُس کے لئے کافی ہے۔'' (الطّلاق : 2 - 3)

جن صحابہ کرام ؓ نے اللہ کے اِس وعدے پر یقین کر کے ہجرت کی، اللہ نے اُن کو عمدہ ٹھکانہ دیا، اپنے خاص فیض سے اُن کی مدد کی اور پاکیزہ رزق عطا فرمایا :

وَاذۡكُرُوۡۤا اِذۡ اَنۡتُمۡ قَلِيۡلٌ مُّسۡتَضۡعَفُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ تَخَافُوۡنَ اَنۡ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰٮكُمۡ وَاَيَّدَكُمۡ بِنَصۡرِهٖ وَرَزَقَكُمۡ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ۝

''اور یاد کرو جب تم زمین (مکہ) میں قلیل اور ضعیف سمجھے جاتے تھے اور ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اُچک نہ لیں تو اُس نے تمہیں ٹھکانہ دیا اور اپنی مدد سے تمہیں تقویت بخشی اور پاکیزہ رزق عطا کیا تاکہ تم شکر کرو۔'' (الانفال : 26)

☆ آیت : 64 :

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا -- اور یہ دنیا کی زندگی نہیں ہے -- اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ -- مگر صرف کھیل اور تماشہ -- وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ -- اور بلاشبہ آخرت کا گھر ہے جو ہمیشہ رہنے والا ہے -- لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ کاش یہ (لوگ) جان لیتے۔

اِس آیت میں ایک ایسی حقیقت بیان کی جارہی ہے جو پیشِ نظر رکھنے سے انسان کی سوچ اور ترجیحات کا رُخ بدل جاتا ہے۔ دنیا کی زندگی کتابِ زندگی کا محض دیباچہ ہے اور اصل کتابِ زندگی آخرت کی زندگی ہے۔ دنیا کی محدود زندگی کو آخرت کی لامحدود زندگی سے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی۔ دنیا کی زندگی محض ایک ڈرامہ ہے۔ ڈرامہ میں کوئی شخص بادشاہ کا کردار ادا کرتا ہے اور کوئی فقیر کا۔ ڈرامہ ختم ہونے پر نہ بادشاہ، بادشاہ رہتا ہے اور نہ فقیر، فقیر۔ اِسی طرح جب موت آتی ہے تو خواہ جنازہ کسی محل سے نکلے یا جھونپڑی سے، دونوں کا لباس، سواری، آرام گاہ اور بستر ایک جیسا ہو جاتا ہے۔ جس کے اعمال برے ہیں وہ ابدی خسارے سے دوچار ہو جاتا ہے اور جس کے اعمال اچھے ہیں وہ ہمیشہ ہمیش کی نعمتیں پالیتا ہے :

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ۝ (کہف : 46)

”مال اور بیٹے تو دنیا کی زندگی کی (رونق و) زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں ہیں جو بہتر ہیں تمہارے رب کے نزدیک ثواب کے لحاظ سے اور امید لگانے کے اعتبار سے۔“

☆ آیت : 69 :

وَالَّذِيْنَ جٰهَدُوْا فِيْنَا -- اور وہ لوگ جو ہماری راہ میں جہاد کریں گے -- لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا -- ہم ضرور اُن کو اپنے راستوں کی ہدایت دیں گے -- وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اور بے شک اللہ نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔

- اِس آیۂ مبارکہ میں ایسے بندۂ مؤمن کے لئے ایک نویدِ جاں فزا ہے جو عملاً صبر و مصابرت، آزمائشوں اور تکالیف کے امتحانات سے گزر رہا ہے۔ بڑے حتمی اور قطعی اسلوب میں یقین دہانی کرائی گئی کہ جو لوگ ہمارے دین پر عمل اور اِس کی سربلندی کے لئے جہاد کر رہے ہیں ہم لازماً اُن کے لئے ہدایت اور کامیابی کے راستے کھول دیں گے۔
- اِس آیت میں صحابہ کرام ؓ سے وعدہ کیا گیا کہ قدم بڑھاؤ اور آگے کی منزلوں کے بارے میں زیادہ فکرمند نہ ہو، اللہ تمہاری انگلی پکڑ کر تمہیں اپنے راستے پر چلائے گا۔ اللہ تمہارے لئے وہاں سے راستے کھولے گا جہاں سے کوئی راستہ کسی کو نظر نہ آتا ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ کی سیرت پر نگاہ ڈالئے۔ مکی دور میں سن ۱۰ نبوی ﷺ تک کوئی راستہ دُور دُور تک نظر نہ آرہا تھا۔ مکہ سے مایوس ہو کر آپ ﷺ طائف تشریف لے گئے۔ وہاں وہ کچھ ہوا جو مکی دور میں دس سال میں بھی نہ ہوا۔ واپسی پر ایک مشرک سردار مطعم بن عدی کی امان لے مکہ میں کر داخل ہوئے کیونکہ آپ ﷺ کو شہید کرنے کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ اُس وقت اُمید کی کوئی کرن دُور دُور تک نظر نہیں آتی تھی۔ پھر اللہ نے گھر بیٹھے راستہ کھول دیا۔ سن ۱۱ نبوی ﷺ میں مدینہ منورہ کے ۶ افراد ایمان لے آئے۔ اگلے سال ۱۲ اور اِس سے اگلے سال ۷۵ افراد مشرف با اسلام ہوگئے۔ مدینہ منورہ دارالہجرت بن گیا۔ وہاں آپ ﷺ کے قدم ہائے مبارک ابھی پہنچے بھی نہیں لیکن استقبال کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔ پھر آٹھ برس بعد آپ ﷺ فاتح کی حیثیت سے مکہ لوٹے۔ یہ ہے اللہ کا وہ پختہ وعدہ جس کا عملی ظہور اِس صورت میں ہوا۔ بندۂ مؤمن کا فرض یہ ہے کہ اپنے حالات کے مطابق جو کچھ وہ کرسکتا ہے کر گزرے، نتائج کو اللہ کے حوالے کرے۔ کہاں سے راستہ نکلے گا، اِس کے بارے میں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ اللہ نے یہ چیز اپنے ذمہ لے لی ہے۔

- اِس آیت میں ایک اہم نکتہ یہ بیان ہوا کہ ہدایت اُسی کو ملتی ہے جو اللہ کی راہ میں کوشش کرتا ہے۔ مولانا مودودی صاحب نے ''تفہیم القرآن'' کے مقدمہ میں اِس نکتہ کی خوب وضاحت فرمائی ہے :

''لیکن فہمِ قرآن کی اِن ساری تدبیروں کے باوجود آدمی قرآن کی روح سے پوری طرح آشنا نہیں ہونے پاتا جب تک کہ عملاً وہ کام نہ کرے جس کے لئے قرآن آیا ہے۔ یہ محض نظریات اور خیالات کی کتاب نہیں ہے کہ آپ آرام دہ کرسی پر بیٹھ کر اِسے پڑھیں اور اس کی ساری باتیں سمجھ جائیں۔ یہ دنیا کے عام تصورِ مذہب کے مطابق ایک نِری مذہبی کتاب بھی نہیں ہے کہ مدرسے اور خانقاہ میں اس کے سارے رموز حل کر لئے جائیں۔ یہ ایک دعوت اور تحریک کی کتاب ہے۔ اِس نے آتے ہی ایک خاموش طبع اور نیک نہاد انسان کو گوشۂ عزلت سے نکال کر خدا سے پھری ہوئی دنیا کے مقابلہ میں لا کھڑا کیا۔ باطل کے خلاف اِس سے آواز اٹھوائی اور وقت کے علمبردارانِ کفر و فسق وضلالت سے اِس کو لڑا دیا۔ گھر گھر سے ایک ایک سعید روح اور پاکیزہ نفس کو کھینچ کھینچ کر لائی اور داعیٔ حق کے جھنڈے تلے اِن سب کو اکٹھا کیا۔ گوشے گوشے سے ایک ایک فتنہ جو اور فساد پرور کو بھڑکا کر اٹھایا اور حامیانِ حق سے اِن کی جنگ کرائی۔ ایک فردِ واحد کی پکار سے اپنا کام شروع کر کے خلافتِ الٰہیہ کے قیام تک پورے ۲۳ سال یہی کتاب اِس عظیم الشان تحریک کی رہنمائی کرتی رہی اور حق و باطل کی اِس طویل و جاں گسل کشمکش کے دوران ایک ایک منزل اور ایک ایک مرحلہ پر اِسی نے تخریب کے ڈھنگ اور تعمیر کے نقشے بتائے۔ اب بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ سرے سے نزاعِ کفر و دین اور معرکۂ اِسلام و جاہلیت کے میدان میں قدم ہی نہ رکھیں اور اس کشمکش کی کسی منزل سے گزرنے کا آپ کو اتفاق ہی نہ ہوا ہو اور پھر محض قرآن کے الفاظ پڑھ پڑھ کر اِس کی ساری حقیقتیں آپ کے سامنے بے نقاب ہو جائیں۔ اِسے تو پوری طرح آپ اُسی وقت سمجھ سکتے ہیں جب اِسے

لے کر اٹھیں اور دعوت الی اللہ کا کام شروع کریں اور جس جس طرح یہ کتاب ہدایت دیتی جائے اِسی طرح قدم اٹھاتے چلے جائیں۔ تب وہ سارے تجربات آپ کو پیش آئیں گے جو نزولِ قرآن کے وقت پیش آئے تھے۔''

- یہ نکتہ بھی قابلِ ذکر ہے کہ اِس آیت میں لفظ ''جہاد'' آیا ہے حالانکہ یہ سورۃ مکی دور میں نازل ہوئی جب کہ ابھی قتال کا دُور دُور تک کہیں کوئی امکان ہی نہیں تھا۔ یہاں جہاد سے مراد وہ مجاہدہ، کشمکش اور تصادم ہے جو نظریاتی سطح پر ہو رہا تھا۔ صبر کا صبر کے ساتھ مقابلہ ہو رہا تھا۔ مشرکین اپنے نظامِ باطل کے تحفظ کے لئے لوگوں کو دینِ حق کی قبولیت سے روک رہے تھے اور اہلِ ایمان اپنے ایمان کی حفاظت اور لوگوں تک دینِ حق کی انقلابی دعوت پہنچانے کے لئے سرتوڑ کوششیں کر رہے تھے۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا اَنْ نُجَاھِدَ فِیْ سَبِیْلِکَ بِاَمْوَالِنَا وَاَنْفُسِنَا

دیگر شہروں میں دفاتر کے پتے

1- **لاہور :** A–67 ، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور
فون: 6316638 - 6366638 (042) فیکس: 6305110 (042)
ای میل: lahore@tanzeem.org

2- **اسلام آباد :** مکان نمبر 20، گلی نمبر 1، فیض آباد ہاؤسنگ اسکیم ، نزد فلائی اوور برج، 1-8/4
فون: 4434438(051) فیکس: 4435430(051)
ای میل : islamabad@tanzeem.org

3- **پشاور :** 18-A ، ناصر مینشن، شوبہ بازار، ریلوے روڈ نمبر 2، پشاور
فون/فیکس: 214495 (091)

4- **نوشہرہ :** آفس نمبر 4، دوسری منزل، کنٹونمنٹ پلازہ، نزد بس اسٹینڈ
فون: 610250(0923) فیکس: 613532(0923)

ای میل: **nowshera@tanzeem.org**

5- **فیصل آباد**: **P-157**، صادق مارکیٹ، ریلوے روڈ، فیصل آباد
فون/فیکس: **(041) 624290**

6- **ملتان**: قرآن اکیڈمی، **25** آفیسرز کالونی، ملتان فون/فیکس: **(061) 521070**

7- **گوجرانوالہ**: خواجہ بلڈنگ، بیرون ایمن آبادی گیٹ، نزد شیرانوالہ باغ
فون: **(0431) 271673**

8- **جھنگ**: مکان نمبر **B-XII-1088/I**، محلّہ چمن پورہ، جھنگ صدر
فون: **(0471) 620637** فیکس: **(0471) 614220**

9- **سکھر**: **7-A**، ہاؤسنگ سوسائٹی، شکارپور روڈ، سکھر فون: **(071) 30641**

10- **کوئٹہ**: **28** سید بلڈنگ، بالمقابل پبلک ہیلتھ اسکول، جناح روڈ فون: **(081)842969**